والتفسیر مولانا محمد عبدہ الفلاح ، مناظر اسلام وخطیب بے مثال مولانا عبدالقادر روپڑی، نیپال میں خطیب اسلام مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری اور حال ہی میں یہ روح فرسا خبر آئی ہے کہ مفکر اسلام وصاحب تصانیف کثیرہ ندوۃ العلماء لکھنو کے نگران اعلیٰ ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ جیسی قابل قدر ہستی بھی وفات پاگئی۔ جن کی ملی ودینی خدمات اظہر من الشمس ہیں سبھی یکے بعد دیگرے عالم سفلیٰ سے عالم علوی کی جانب رخت سفر باندھ گئے۔ "زمین کھا گئی آسماں کیسے کیسے" یوں سال 1999ء کو عام الحزن کہا جائے تو بے جانہ ہوگا۔ اللهم اغفرلهم وارحمهم وعافهم وعف عنهم واكرم نزلهم وادخلهم جنة الفردوس

عن عبدالله بن عمرو قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يقول: ان الله لا يقبض العلم انتزاعا ينتزعه من العباد' ولكن يقبض العلم بقبض العلماء حتى اذا لم يبق عالما اتخذالناس رء وسا جهالا فسئلوا فافتوا بغير علم فضلوا واضلوا (بخارى مع الفتح كتاب العلم باب 34 كيف يقبض العلم 234/1 وفى كتاب الاعتصام باب 7 ذم الرأى وتكلف القياس 295/13۔نحوه)

اس حدیث پاک کی روشنی میں گزشتہ عام الحزن میں داغ مفارقت دینے والے عصر حاضر کے محققین حدیث کے سرخیل علامہ البانی' فقہ السنتہ کے امام ابن باز اور تاریخ وادب کے سکالر علی میاں رحمتہ اللہ علیہم کی رحلت سے پیدا ہونے والے علمی وفکری خلا کو پر کرنے کے سلسلے میں معاصر علمائے حق پر لازم ہے کہ دنیائے فانی کے جھمیلوں اور مذہبی' سیاسی اور فکری فرقہ بندیوں میں الجھنے کے بجائے تحقیق علمی وجستجوئے حق کے میدان میں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لائیں۔ اور طالبان علوم نبوت کو چاہئے کہ اپنی حیثیت کا احساس کر کے حصول علم دین میں اپنی توانائیاں صرف کریں اور علم کی پختگی کے لئے عمل کو ذریعہ بنائیں۔

یہی اعتصام بحبل اللّٰہ ہے اور اسی میں اتفاق واتحاد ملت کا راز پوشیدہ ہے۔

☆☆☆☆☆

ٹیکنو کریٹس سیٹوں کی ضرورت اور ان کی افادیت

ناردرن ایریاز کونسل کی انتخابی معرکہ آرائی کے بعد ٹیکنو کریٹ سیٹوں کی بھی صدائے بازگشت سنائی دی یعنی منتخب نمائندے علاقے کے قابل باصلاحیت ماہرین کی ایک ٹیم نامزد کریں گے۔اس طرح نئی کونسل جسے آئین سازی کا اختیار بھی بمشکل حاصل ہوا ہے آپس میں دست وبازو بن کر علاقے کی تعمیر وترقی کے لئے کوشاں ہوں گے۔سنا یہ گیا کہ منتخب نمائندگان حضرات اپنے آپس میں تمام تر علاقائی' سیاسی اور مذہبی اختلافات کے باوجود ان سیٹوں کے خلاف متحد ہو گئے۔ساتھ ساتھ علاقائی اخبارات نے بھی مختلف انداز میں مخالفانہ بیانات لکھے۔یوں یہ پروگرام حسرت بھری کلی کی طرح بن کھلے مرجھا گیا۔عام طور پر اس کی مخالفت میں جو مفروضے قائم کئے گئے وہ یہ ہیں۔

(۱)منتخب نمائندگان کی موجودگی میں غیر منتخب نمائندگی کی ضرورت نہیں۔

(۲)یہ پروگرام سابقہ حکومت نے اپنی سیاسی مصلحت کی بنیاد پر بنایا تھا۔

(۳)مزید نمائندوں کی بھرتی قومی خزانے پر بوجھ ہے۔وغیرہ وغیرہ

جہاں تک منتخب نمائندوں کی موجودگی میں غیر منتخب حضرات کی کونسل میں شمولیت کو غیر ضروری قرار دینے کا مسئلہ ہے وہ ہمارے علاقے کے معروضی حالات سے صرف نظر کرتے ہوئے منتخب ہونے کے بعد ہمچو من دیگرے نیست کی فرضی برتری کے سوا اور کچھ نہیں۔یہ تو سب کو معلوم ہے کہ پاکستان کی شرح خواندگی ابھی 36فیصد سے بڑھی نہیں اور شمالی علاقہ جات ویسے بھی پسماندہ علاقہ ہونے کے ناطے اس کی تعلیمی کمیت و کیفیت اس سے بھی نچلی سطح پر ہے۔این اے کونسل تو کجا جمہوری روایات کے مطابق پاکستان نیشنل اسمبلی کی ممبر شپ بھی کسی تعلیمی معیار سے مشروط نہیں۔اس لئے خاندانی اثرورسوخ اور روپے پیسے کے بل بوتے پر عقل ودانش کے لحاظ سے معاشرے کے ابتر لوگ بھی اسمبلی کے ممبر ہو کر آتے ہیں' جو کہ خالص مغربی جمہوریت کا خاصہ ہے۔جس کے تحت لوگ گنے جاتے ہیں تولے نہیں جاتے۔تعلیمی پسماندگی کے نتیجے میں عوامی سطح پر کوتاہ اندیشی نمایاں ہے اس لئے سیاسی سوچ بھی زیادہ سے زیادہ علاقائی حد تک محدود ہے جو کہ طویل عرصے تک کالے قانون کے نفاذ اور آئینی حقوق سے محرومی کے باعث نظریاتی اور سیاسی سوچ کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ ملنے کا شاخسانہ ہے۔ایسے پس منظر میں منعقدہ انتخابات میں پیشہ ور قسم کے لوگ عام طور پر منتخب ہو کر آتے ہیں جنہیں روایتی سیاسی و مذہبی لوگ تصور کیا جاتا ہے اور جیسے دیس ویسے بھیس کے مصداق ان کی سیاسی' فکری و تعلیمی پرواز اکیسویں صدی کے افق کو نہیں چھو سکتی۔

ہمارا مقصد قابل احترام منتخب ممبروں کی تنقیص نہیں بلکہ ہمارے علاقے کی تعلیمی وسیاسی پسماندگی کا شکوہ ہے جس کی کوکھ سے مذہبی اور علاقائی تعصب سے پاک قومی وملی سطح کے بلند وبالا سوچ کے حامل افراد کم ہی جنم لے رہے ہیں۔ آج ہماری آبادی کی اکثریت قومی ومذہبی منافرت کا شکار ہے۔ عالی ظرفی کی جگہ تنگ نظری' بھائی بندی کی جگہ مذہب پرستی اور قوم پرستی ہمارا مقدر بنا ہوا ہے۔ ایسے میں ترقی کی راہ پانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہوگا۔ ہمیں علاقے میں حصول ترقی و یکجہتی کے لئے بہت محنت اور انتھک جدوجہد کرنی ہوگی۔ ایک دوسرے کو برداشت کرنیکی خو پیدا کرنی پڑے گی۔ انا وغیرہ کا مسئلہ بنانے کی بجائے علاقے کی تعمیر وترقی کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ اب تو خیر سے این اے کونسل پہلے والی کونسل نہیں ہے جو نشستن وگفتن وبرخاستن کے تصور کو عملی جامہ پہناتی تھی۔ اب جو کونسل بنی ہے اگر حکومت وعدے کا ایفاء کرے تو آئین ساز اسمبلی ہوگی جو سوچ سمجھ کر علاقے کی آئینی حیثیت سے لے کر تعمیر وترقی سے متعلق بے شمار گتھیاں سلجھانے کی پابند ہوگی۔ اور اس کے لئے قانونی ومذہبی اور فنی ماہرین کی معاونت درکار ہوگی۔ ویسے بھی ہمارے علاقے میں سیاست مذہب کے گرد گردش کرتی ہے ایسے میں مذہبی ہم آہنگی اور اسلامی اخوت کو اجاگر کرنے اور اسلامی اقدار کے ذریعے قومی وملی یکجہتی کی سمت متعین کرنے کے لئے ٹیکنو کریٹ سیٹوں پر باصلاحیت ودیانتدار افراد پر مشتمل اعلیٰ تعلیم یافتہ اور بالغ نظر **ارکان** چن لئے جائیں تو اسے غیر ضروری تصور نہیں کیا جانا چاہئے بلکہ حالات کی نزاکت کے پیش نظر یہ امر ضروری ہے۔ اور منتخب ارکان ان حضرات کو سوکن کے بجائے اپنا دست راست سمجھیں۔ اسی نقطہ نظر سے ان سیٹوں پر ایسے افراد کا چناؤ ہونا چاہئے جو اپنی اپنی فیلڈ میں دل ودماغ کھپا کر کندن بنے ہوں۔ ایسے اشخاص عام منتخب ممبران سے کہیں زیادہ بھاری ہوتے ہیں۔ اب تو فوج بھی مبینہ باصلاحیت ماہرین کی وساطت سے حکومت چلا رہی ہے۔ ان مجوزہ سیٹوں میں کیا مضائقہ ہے۔

ٹیکنو کریٹ سیٹوں کو سابقہ حکومت کی خود غرضانہ پالیسی قرار دینا بھی قرین قیاس نہیں کیونکہ جس پروگرام میں افادیت کا پہلو غالب ہو' اسے جاری رکھنا مستحسن اقدام ہوگا۔ موجودہ حکومت نے بھی مختلف ناموں سے ہی سہی' سابقہ حکومت کی متعدد پالیسیاں جاری رکھی ہوئی ہے جن میں ناردرن ایریاز میں انتخاب کا مسئلہ بھی شامل تھا۔ اسی کے تحت انتخابی دنگل بھی بپا ہوا۔

جہاں تک قومی خزانے پر بوجھ کا مسئلہ ہے تو یہ بات محض حکومت کو باور کرانے کے لئے بہانے سے زیادہ کچھ بھی نہیں کیونکہ کسی بامقصد کام کے لئے باصلاحیت افراد کی خدمات حاصل کرنے کے اخراجات سرکاری خزانے کا صحیح مصرف ہے۔ اسے قومی دولت کا ضیاع قرار دینا عقل سلیم کے منافی ہے۔ ہاتھ پر ہاتھ دھرے قومی خزانہ لوٹنے والے

مختلف حیلوں بہانوں سے ملک کو دیوالیہ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ سیاسی انتقام کے علاوہ شفاف احتساب کا فقدان ہے۔ قومی خزانے کے غم میں ہلکاں ہونے والے محترم قومی نمائندوں کو اس طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اس طرح کے بے مقصد مصارف پر اٹھنے والے اخراجات کی روک تھام اور رشوت ستانی پر قدغن لگانے کو اولیت دی جائے تو یہ قوم پر بڑا احسان ہوگا۔

اگرچہ ٹیکنو کریٹ سیٹوں کے بارے میں حکومت کا نقطہ نظر ہم پر عیاں نہیں تاہم مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں ہم حکومت کو یہ رائے دیتے ہیں کہ

(۱) اگر حکومت این اے کونسل کے حالیہ انتخاب کے بعد علاقے سے روایتی محرومیوں کے ازالے اور مستقبل کے لئے قابل عمل پروگرام مرتب کرنے کی پابند ہو تو منتخب نمائندوں سے باقاعدہ کام لیا جائے۔

(۲) ٹیکنو کریٹ سیٹوں کو بحال رکھنی چاہئے اور اس حقیقت سے چشم پوشی نہیں کرنی چاہئے کہ ماضی میں کئی دفعہ بعض علاقوں میں مذہبی ٹینشن کھل کر اور بعض علاقوں میں درپردہ ہوتا رہا ہے۔ جس سے تعمیر و ترقی کی راہیں مسدود ہوتی رہی ہیں۔ لہذا مذہبی یکجہتی کو برقرار رکھنے کے لئے ہر مکتب فکر سے ایک ایک باصلاحیت مستند عالم دین کو بھی کونسل میں شمولیت کا موقع دیا جائے۔

اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ حکومت خود ایماندار اور باصلاحیت ماہرین و دانشور نامزد کرے یا منتخب ممبروں سے نامزدگان کی اہلیت کے شروط کے تحت نامزد کرائے جائیں۔

جہاں تک خواتین کی سیٹوں کا تعلق ہے وہ شمالی علاقہ کے روایات واقدار سے کوئی مطابقت نہیں رکھتا کیونکہ ابھی تک اسلام دشمنوں کے ہزار جتن کے باوجود ان علاقوں کی 99% خواتین اپنی چار دیواری کے اندر دین کے عطا کردہ فرائض کی بجا آوری کو سعادت سمجھتی ہیں۔ اور ان کا سیاسی اکھاڑوں میں اتر کر شمع محفل بننے کا کوئی ارادہ نہیں۔ وہ برضا ورغبت فرمان الٰہی ﴿الرجال قوامون علی النساء﴾ کے تحت اپنے حقوق کے لئے مرد نمائندوں پر بھروسہ کرتی ہیں۔ انہیں مردوں سے صنف نازک کے ساتھ متعصّبانہ اور معاندانہ سلوک کرنے کا کوئی خطرہ نہیں۔

نیز یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ گھر ہو یا ملک' مرد اپنی فطری صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر جس قدر خواتین کے حقوق کا تحفظ کر سکتے ہیں اس قدر خواتین خود اپنے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتیں۔ سوائے اس کے کہ خواتین کے حقوق سے مراد ہر فیلڈ میں مردوں کے دوش بدوش کھڑی کر کے انہیں اجتماعی لذت اندوزی کا سامان بنانا ہو۔

لہذا اگر حکومت خواتین کے حقوق کے لئے خواتین نمائندوں پر ہی انحصار کرنے پر مصر ہے تو اس طرح چنی